© rasailojaraid.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نظرات

اس ۲۷ اکتوبر کو انقلاب اکتوبر کو پورے دس برس ہوتے۔ اس تاریخی دن کی سارے ملک میں یاد منائی گئی۔ اس موقع پر صدر مملکت نے جو تقریر فرمائی، اس میں جہاں قومی زندگی کے ہر اہم پہلو پر آپ نے تبصرہ کیا، وہاں اس مملکت میں اسلام کو بطور ایک نظریہ حیات اور ایک محرک قوت کے جو کردار ادا کرنا ہے، اس پر بھی صدر محترم نے روشنی ڈالی۔ اور اس کے امکانات فکر و عمل کی وضاحت فرمائی۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ اس برصغیر میں مسلمانوں کی ایک الگ مملکت کے قیام کا تصور، اس تصور کو عملی جامہ پہنانے کا جذبہ اور اس جذبے میں ایک زبردست عوامی طاقت، یہ سب اسلام کی دین تھی۔ اس لئے لازمی طور پر اسلام اس مملکت کا نظریہ حیات (آئیڈیالوجی) بھی ہے۔ اور اس کے عوام کی سب سے بڑی محرک اور موثر قوت بھی۔ اب نظریہ حیات جتنا معین، واضح اور اعلیٰ انسانی و اخلاقی قدروں کا حامل ہوگا، اسی قدر اس کی اپیل عمومی ہوگی اور اس کے ماننے والوں پر اس کا زیادہ سے زیادہ ہم آہنگ، یکساں اور عام پستی سے بلندی کی طرف لے جانے والا ردعمل ہوگا۔

بے شک اسلام ہماری اس مملکت کا نظریۂ حیات ہے۔ نیز اسلام ہی ہمارے عوام میں اس باطنی قوت کو حرکت میں لا سکتا ہے، جو ضرورت پڑنے پر معجزات کر کے دکھا سکتی ہے۔ یہ سب صحیح، لیکن آج ضرورت اس کی ہے کہ اسلام کا بحیثیت اس کے پوری مملکت کے ایک نظریہ حیات کے، ایک واضح و معین نقشہ زیادہ سے زیادہ لوگوں کے ذہن میں ہو کہ اس کو وہ اپنے سامنے رکھیں اور اس سے فکری رہنمائی اور عملی قوت حاصل کریں۔

صدر مملکت نے اپنی تاریخی تقریر میں ملک کے جملہ سیاسی، اقتصادی، معاشرتی اور ترقیاتی مسائل کا ذکر کرنے کے بعد آخر میں یہ فرمایا کہ ان سب مسائل سے عہدہ برآ ہوتے ہوئے ہمیں اپنی آئیڈیالوجی، اسلام سے رہنمائی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مدد اور طاقت حاصل کرنی چاہیئے۔ میں آپ سے اپیل کرتا ہوں کہ آپ اس پہلو کو نظر انداز نہ کریں۔ یہ ایک اہم اور بنیادی پہلو ہے۔ ہماری اس وقت جو منفرد قومی و ثقافتی شخصیت ہے، تو یہ سب اسلام ہی کی بدولت ہے۔ ہماری سوچ بچار اور ہمارے طور طریقے سب اسلام کے بنیادی اصولوں سے متاثر ہوتے ہیں۔

صدر مملکت نے اسلام کے ان بنیادی اصولوں کی نشان دہی ان الفاظ میں کی :- (۱) توحید- اللہ تعالیٰ کی وحدانیت۔ (۲) انسانی مساوات (۳) عدل اجتماعی۔

اس سلسلے میں موصوف نے فرمایا کہ اسلام کے یہ بنیادی اصول ان اعلیٰ و پائدار سچائیوں کے حامل ہیں جنہوں نے ایک زمانے میں معاشرے کی پوری کی پوری کایا پلٹ دی اور انسانی تہذیب کو ایک نئے رُخ پر ڈال دیا۔ یقیناً ان بنیادی اصولوں نے انسانیت پر ایک زبردست اثر ڈالا۔ وہ اس لئے کہ انھوں نے انسان کو اپنے وجود کا نیا شعور بخشا۔ اور ان اصولوں کی بدولت اللہ تعالیٰ کی تخلیق میں انسان کی ایک منفرد اور بہتر حیثیت کا اثبات عمل میں آیا۔

صدر مملکت نے اسلام کے مذکورہ بالا بنیادی اصولوں کی اثر آفرینی اور انقلاب انگیزی کے بارے میں جو کچھ فرمایا، انسانی تاریخ کے اوراق میں یہ سب کچھ ایک ناقابل انکار ٹھوس حقیقت کی شکل میں موجود ہے۔ چھٹی صدی عیسوی میں جب اسلام کا ظہور ہوا، اُس وقت دنیا اور اس میں بسنے والی قوموں کی کیا حالت تھی، اور اسلام کے ان اصولوں کی نشر و اشاعت کے نتیجے میں جب مسلمانوں کی عالمی تہذیب وجود میں آئی، اور اسے فروغ حاصل ہوا، تو دنیا بحیثیت مجموعی کن راہوں پر چلنے کے قابل ہوئی، اور کس طرح انسانیت نے نیا جنم لیا۔ اسلام سے پہلے اور اسلام سے بعد کی ان دونوں حالتوں کا مقابلہ کرکے اسلام کے ان اصولوں کی اعجازی قوت کا بڑی آسانی سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

جزیرہ عرب جہاں قبیلہ پرستی اپنی انتہا پر تھی۔ یہاں تک کہ ہر قبیلہ صرف اپنے ہی بتوں کو ماننے پر مُصر تھا۔ ایرانی شہنشاہیت جہاں پس ماندہ طبقے انسان نہ سمجھے جاتے تھے۔ اور اعلیٰ طبقے تمام نعمتوں پر قابض تھے۔ بازنطینی سلطنت جہاں ایک عیسائی فرقہ دوسرے عیسائی فرقے کو ظلم و تشدّد کا نشانہ بنا رہا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ علم و معرفت کے وہ سرچشمے جو کبھی یونان اور اسکندریہ سے پھوٹے تھے، خشک ہو رہے تھے۔ انسانیت باہم متخاصم گروہوں میں بٹی ہوئی تھی۔ نہ کہیں ایک خدا کا واضح تصور تھا۔ اور نہ ایک انسانیت کا۔ نہ کہیں عالمی تہذیب کا نشان ملتا تھا۔ اور نہ علوم و فنون کی سرپرستی تھی۔ اشرف المخلوقات انسان اور جو کچھ اس نے پچھلی صدیوں میں تخلیق کیا تھا۔ یہ سب بڑی تیزی سے زوال اور انحلال کی طرف جارہا تھا۔ اور اگر وہی شب و روز رہتے، تو کچھ بعید نہ تھا کہ دُنیا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

رجعت قہقری کر کے وہیں جا پہنچتی جہاں سے وہ بڑی جان جوکھوں سے ارتقا کی منزلیں طے کر کے آگے بڑھی تھی۔

اسلام نے آکر اس حرکتِ رجعی کو روکا۔ اور اس کی رہنمائی میں پھر کاروانِ انسانیت آگے بڑھنے کے قابل ہوا۔ اور دنیا ایک خدا، ایک انسانیت اور سب کے لئے ایک سا انصاف، کے اصولوں کے تحت ایک عالمی دین، ایک عالمی تہذیب اور ایک عالمی انسان سے بہرہ ور ہوئی اور مدینتِ اسلام کے اندر سب نسلیں، سب قومیں، سب تہذیبیں اور اس وقت تک کے سب علوم و فنون مجتمع ہوئے۔

اسلام کا یہ سب سے بڑا کارنامہ تھا۔ اور اسے ممکن بنانے میں اسلام کے یہ تین اصول ـــ توحید، انسانی مساوات اور عدلِ اجتماعی ـــ موثر ترین قوت بنے۔ ان اصولوں نے صدر مملکت کے الفاظ میں "ان لوگوں کے خیالات وجذبات میں جن کو اسلام کی یہ دعوت بڑے صاف و واضح اسلوب اور غیر مبہم انداز میں دی گئی تھی، ایک حرکت پیدا کردی" چنانچہ اسی کا حاصل تاریخِ اسلام کا وہ زرّیں دور ہے، جس پر ساری انسانیت بجا طور پر فخر کر سکتی ہے۔

یہ تو سب کچھ ماضی میں ہوا، لیکن آج پوری ملّتِ اسلامیہ ان معنوی بلندیوں اور مادّی عظمت و شان سے کیوں محروم ہے، جو ماضی میں اُس کا اور صرف اُس کا حصّہ تھا۔ صدر محترم نے اپنی تقریر میں اس کی طرف توجہ مبذول کرائی ہے۔ آپ نے فرمایا:-

> "مسلم معاشرہ میں بگاڑ اس لئے پیدا ہوا کہ وہ اسلام کے ان بنیادی اصولوں سے غافل ہو گیا۔ یا دوسرے الفاظ میں ان کا جو اصل مقصود ہے، اسے عملاً کالعدم کر دیا گیا۔ ان اصولوں سے عدم واقفیت اور ان کی غلط تعبیرات اور غلط تطبیق کی وجہ سے مسلمان اپنے اصل راستے سے ہٹ گئے، جس کا خمیازہ انہیں بھگتنا پڑا۔ اور اب تک وہ بھگت رہے ہیں"۔

صدر محترم کے الفاظ میں:- "ان اصولوں پر چلنے کے بجائے ہم نے اپنے آپ کو ایسا بننے دیا کہ ہم طرح طرح کی بے رُوح مذہبی رسموں، بے سروپا قصّوں کہانیوں اور توہمات میں گھِر کے رہ گئے۔ ہم نے اپنی عقلِ سلیم اور اپنی غور و فکر کرنے والی صلاحیتوں کو خیرباد کہہ دیا۔ اب اگر ہمیں ترقی کرنا اور آگے بڑھنا ہے تو اس کا تقاضا ہے کہ ہم اسلام کے ان بنیادی اصولوں کو ان کی جو اصلی و حقیقی حیثیت ہے، وہ دوبارہ دیں۔ اسلام کو آج کے جدید معاشرے کے سامنے انہیں اصطلاحات اور زبان میں پیش کرنا ہوگا، جو سمجھی جا سکے اور جس میں لوگوں کے لئے اپیل ہو"۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

صدر مملکت نے اپنی اس تاریخی تقریر کو ان الفاظ پر ختم کیا۔

اسلام کا مقصد انسانیت کو اس کی ترقی میں مدد دینا ہے۔ اور انہی معنوں میں ہمیں اسلام کو ترقی کا ذریعہ بنانا چاہیئے۔

اسلام کے ان تین اصولوں پر، جنہیں اسلام نے تاریخ انسانی میں پہلی بار اس قدر واضح و معین اور عملی شکل میں پیش کیا، زور دینے کے یہ معنی نہیں کہ ملّی تاریخ کی ان صدیوں میں ہمارے ہاں جو دینی و علمی ورثہ اور اخلاقی و روحانی روایات کا ذخیرہ جمع ہو گیا ہے، اس کی اہمیت و افادیت سے انکار کیا جا رہا ہے۔ بے شک ہم اس سارے ورثے اور ذخیرہ کو اپنائیں گے۔ اس کا بغور اور بالاستیعاب مطالعہ کریں گے، اس کی مدد سے اپنے موجودہ اور آئندہ مسائل کے لیے حل تلاش کریں گے۔ اسے اپنی قابل فخر قومی و ملّی متاع سمجھیں گے، کیونکہ ملّی زندگی کے تسلسل کے لئے یہ ضروری ہے۔ اور اس لحاظ سے ایک ملت کے لئے جتنا اہم اس کا حال و مستقبل ہوتا ہے، اسی قدر اُس کا ماضی بھی ہوتا ہے۔

یہ سب درست لیکن آج ضرورت اس کی ہے کہ ہم اپنے اس دینی و علمی ورثے اور اخلاقی و روحانی ذخیرے کو ان بنیادی اصولوں کے فوکس (FOCUS) میں دیکھیں، جن کی طرف صدر مملکت نے اپنی تقریر میں توجہ دلائی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ جب تک ہم آج ایسا نہیں کرتے۔ ہمیں اسلام سے جو اس مملکت کی آئیڈیالوجی ہے، آگے بڑھنا اور ترقی کرنا تو درکنار، خود موجودہ قدموں پر کھڑا رہنے کے لئے بھی نہ رہنمائی و مدد مل سکے گی اور نہ طاقت

انہی دنوں ہمیں "مسئلہ ضبط ولادت" پر دہلی میں مطبوعہ شدہ ایک رسالہ موصول ہوا ہے۔ یہ دراصل ایک استفتاء ہے، جس کا مفصل جواب تو مولانا شاہ ابوالحسن زید صاحب فاروقی امام عیدگاہ دہلی و سجادہ نشین خانقاہ حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ نے دیا ہے۔ اور اس جواب پر مختصر تبصرے دہلی کے پانچ اور علماء کے ہیں۔

ناشر نے شروع میں لکھا ہے کہ امام جامع مسجد دہلی جناب سیّد عبداللہ بخاری ضبط ولادت اور خاندانی منصوبہ بندی کی حمایت میں ایک بیان کی وجہ سے مرتکب حرام اور فاسق معلن قرار دیئے گئے۔ کئی مہینے تک ان کے خلاف پوسٹروں کے ذریعہ ہنگامہ گرم رہا چنانچہ اس وجہ سے ناشر کو ضرورت محسوس ہوئی کہ وہ ضبطِ ولادت کے جواز اور عدم جواز کے بارے میں علماء کی طرف رجوع کرے۔

مولانا شاہ ابوالحسن زید صاحب کا جواب ۴۲ صفحوں پر مشتمل ہے۔ وہ شروع یوں ہوتا ہے: "فیملی پلاننگ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یا خاندانی منصوبہ بندی کی اسکیم کا تعلق ملک کی سیاست اور مصلحت سے ہے۔ اس زمانے میں اس کو رفاہی حکومت کی اصلاحات کا ایک اہم جزو خیال کیا جاتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ آج کل کی اصطلاح میں اس مسئلہ کو معیشت اور معاشرت میں نمایاں مقام حاصل ہے۔ اس سے کچھ آگے موصوف لکھتے ہیں: "ضبط تولید کے سلسلہ میں آج کل جن صورتوں کا ذکر کیا گیا ہے، ان میں سے بعض کا ذکر فقہ کی کتابوں میں موجود ہے اور بعض کے متعلق اس دور کے علمائے کرام نے تحقیقات کی ہیں۔"

اس کے بعد انھوں نے پہلے ضبط ولادت کی "عارضی صورتوں" کا ذکر کیا ہے اور پھر اس کی "دائمی صورت" یعنی "نس بندی" کا۔ موصوف لکھتے ہیں کہ "عارضی صورتوں کا اختیار کرنا بلا کسی کراہت کے جائز ہے....." اور جہاں تک ضبط ولادت کی دائمی صورت کا تعلق ہے وہ بقول ان کے "مرد کے واسطے نس بندی اور عورت کے واسطے عمل جراحی ہے۔ یہ نئی شکل اور صورت ہے۔ کتاب وسنت اور ائمہ کے اقوال میں صراحت کے ساتھ اس کا ذکر نہیں ہے۔ اس دور کے علماء اس مسئلہ کو کسی ایسے مسئلہ پر قیاس کریں گے جس کا حکم شریعت میں موجود ہو....."

مولانا ابوالحسن صاحب نے نس بندی پر "اختصاء" اور "تغییر خلق اللہ" کا جو حکم لگایا گیا ہے، اس کی تردید کی ہے اور لکھا ہے:۔ "ان وجوہات کی بنا پر ضرورت کی وجہ سے نس بندی کرانے کو شیطان کے ورغلائے ہوئے کام میں داخل نہیں کیا جا سکتا۔ یہ شخص اپنے کو گناہ سے بچانے کی کوشش کر رہا ہے، جو زائد اولاد ہو جانے کی صورت میں اس سے سرزد ہو جانے کا کھٹکا ہے...." لیکن اس کے ساتھ ہی موصوف نے یہ صراحت کر دی ہے کہ "یہ اسی صورت میں ہے کہ کوئی اپنی خوشی سے نس بندی یا عمل جراحی کرائے۔ اس پر کوئی جبر اور زبردستی نہ کرے۔ ظلم کر کے کوئی اس کی نس بندی نہ کرائے۔"

صاحب موصوف نے ضبط ولادت پر جو اعتراضات کیے جاتے ہیں ان کا بھی جواب دیا ہے۔ اور اس ضمن میں ائمہ کرام کے اقوال و فتاویٰ پیش کیے ہیں اور اپنی بحث کو اس "حرف آخر" پر ختم کیا ہے:۔

"علماء کرام کے اقوال بیان کر دیئے گئے۔ اختلاف آراء موجود ہے۔ ایسی صورت میں علماء کرام کسی قول کی تائید یا تردید کر سکتے ہیں، بلکہ جس کی نظر میں جو قول درست ہے، اس کا اظہار کرے۔ البتہ کسی قول کے قائل یا اس کی تائید کرنے والے یا اس پر عمل کرنے والے کو فاسق نہیں کہہ سکتے۔"

مولانا سید محمد میاں صاحب نے یوں تو خاندانی منصوبہ بندی کی تحریک کو جو حکومتیں چلا رہی ہیں۔ اسلامی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

معتقدات کے خلاف بتایا ہے، لیکن "حضرت الحاج مولانا زید ابوالحسن فاروقی مدظلہ العالی" کا شکریہ ادا کیا ہے کہ انھوں نے تفحص اور تجسس سے کتب فقہ کی چھان بین کر کے وہ صورتیں بیان فرمادی ہیں، جن میں ایک مسلمان منع حمل کی صورت اختیار کر سکتا ہے، پھر منع حمل کے طریقوں کی تفصیل کر کے بعض صورتوں کے جواز یا عدم جواز کا حکم بھی بیان کر دیا ہے۔"

مولانا مفتی عتیق الرحمٰن عثمانی کی رائے یہ ہے کہ خاندانی منصوبہ بندی کا مسئلہ ایک خالص سماجی اور معاشی مسئلہ ہے۔ اور بہتر یہ تھا کہ وہ اپنی حدود میں رہتا اور اس پر اسی نقطہ نظر سے غور کیا جاتا۔ لیکن بقول ان کے "ہمارا ملک روایتی لحاظ سے ایک مذہبی ملک ہے۔ یہاں عام طور پر سماجی اور معاشرتی مسائل کو بھی مذہب کے پیمانے سے ناپنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس مسئلہ پر مذہب کی چھاپ غالب آگئی"۔ اس کے بعد موصوف نے ایک ایسے ملک میں جہاں آبادی بے تحاشا بڑھ رہی ہو، خاندانی منصوبہ بندی کو ایک صحت مند اور تندرست و توانا قوم کے لئے ریڑھ کی ہڈی بتایا۔ مولانا عثمانی نے مولانا ابوالحسن زید کے جواب کا خیر مقدم کرتے ہوئے لکھا کہ "پوری تحریر میں عالمانہ شان جھلک رہی ہے، جس میں اعتدال فکر و نظر کا بہترین نمونہ پیش کیا گیا ہے۔"

مولانا ابوالحسن زید صاحب کے رسالے پر دہلی کے تین اور محترم علماء کی آراء بھی ثبت ہیں۔ مولانا سجاد حسین صدر مدرس مدرسۂ عالیہ فتحپوری لکھتے ہیں کہ میں نے اس مسئلے پر قدیم اور جدید علماء کی کتابیں پڑھی ہیں۔ اور مولانا ابوالحسن زید صاحب کی تحریر سے حرف بحرف متفق ہوں۔ مدرسہ عالیہ فتحپوری کے مفتی مولانا سید عبدالدائم صاحب الجلالی نے اس مسئلہ پر جو کچھ لکھا ہے، وہ یہاں سارے کا سارا نقل کیا جاتا ہے۔

"روایاتِ صحیحہ سے عزل کا جواز ثابت ہے۔ ابن قیم کی زاد المعاد اور امام غزالی کی احیاء علوم الدین کے باب آداب المعاشرہ کا مطالعہ اس قول کے ثبوت کے لئے کافی ہے۔ حضرت صاحب الفضیلۃ مولانا ابوالحسن صاحب نے عزل، اشباہِ عزل، نس بندی اور تعقیم پر فقہی نقطہ نظر سے سیر حاصل بحث کی ہے، میں بھی حضرت محقق کی مندرجہ رسالہ تنقیح سے پورے طور پر متفق ہوں۔ عزل اعذارِ فقہیہ (ہلاکت زوجہ کا ڈر، اولاد کی تعلیم و تربیت نہ ہونے کا اندیشہ، غذا کی کمی کا خطرہ، معاشرہ کی خرابی کا خوف وغیرہ) کے زیر اثر جائز ہے۔ زوجین کسی شرعی وجہ کے تحت اگر ہمیشہ اولاد سے محروم رہنے کی کوشش کریں اور عزل یا اشباہِ عزل کی طرح کوئی تدبیر کرتے رہیں، یا مطلقاً ترک جماع کر دیں تو عدم جواز کی کوئی وجہ نہیں۔ نس بندی اخفائے حیات نہیں، اختصاء نہیں، قتل نفس نہیں۔ تقلیل نسل کی پائیدار اور دوامی کوشش ہے۔ آپ اس کو ارادی تعقیم کہہ سکتے ہیں جو بہ رضائے فریقین وجوہ شرعیہ کے تحت جائز ہے۔ والعلم عند اللہ"

نائب صدر مدرس مدرسہ عالیہ فتحپوری مولانا عبدالسمیع نے بھی "حضرت شاہ ابوالحسن زید صاحب مدظلہم امام

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

عید گاہ دہلی وسجادہ نشین خانقاہ حضرت میرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ" کے اس رسالے کو قابل قدر اور لائق توجہ بتایا ہے اور ان کی تنقیح کے منصفانہ انداز کا اعتراف کیا ہے۔

خاندانی منصوبہ بندی جیسے اقدامات کرنے پر آج کل جو حکومتیں مجبور ہیں، تو اس کے معاشرتی و اقتصادی اسباب ہیں، اور اس زمانے میں کوئی بھی حکومت ان امور میں اپنے عوام کی فلاح و بہبود کو نظر انداز نہیں کر سکتی۔ واقعہ یہ ہے کہ خاندانی منصوبہ بندی کا مسئلہ خالص معاشرتی و اقتصادی مسئلہ ہے، اور جیسا کہ مولانا مفتی عتیق الرحمٰن صاحب عثمانی نے فرمایا ہے "اچھا ہوتا کہ یہ مسئلہ سماجی اور معاشرتی حدود ہی میں رہتا اور اس پر اسی نقطہ فکر سے غور کیا جاتا۔ نیز یہ کہ اس مسئلہ کو غیر معمولی حالات نے پیدا کیا ہے۔ اس کا تعلق عام حالات سے نہیں ہے" لیکن چونکہ بقول مفتی صاحب "یہاں عام طور پر سماجی اور معاشرتی مسائل کو بھی مذہب کے پیمانے سے ناپنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس مسئلہ پر مذہب کی چھاپ غالب آگئی (اور اس) مسئلے نے مذہبی بحث و جدل کی شکل اختیار کر لی اور عام مسلمان طرح طرح کی غلط فہمیوں میں مبتلا ہو گئے"

تعجب کی بات یہ ہے کہ اسلامی تعلیمات میں جیسا کہ اوپر آچکا ہے خاندانی منصوبہ بندی کے جواز اور ضبط ولادت کے اقدامات کے لئے "رخصت" کے لئے پوری گنجائش موجود ہے۔ لیکن اس کے باوجود بعض جماعتوں نے اس مسئلے کی آڑ لے کر پورے ملک میں ایک ہنگامہ برپا کر رکھا ہے اور وہ خاندانی منصوبہ بندی کے خلاف یوں یلغار کرنے میں مصروف ہیں جیسے ملک پر کسی بیرونی دشمن نے چڑھائی کر دی ہو۔

اس ضمن میں ایک جماعت کے امیر نے تو یہاں تک کہہ دیا تھا کہ اگر رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام اس دور میں ہوتے تو وہ خاندانی منصوبہ بندی کے خلاف یوں جہاد فرماتے، جیسا آپؐ نے شرک کے خلاف جہاد فرمایا تھا۔

ہم ان جماعتوں اور اپنے دوسرے بزرگوں کی خدمت میں عرض کریں گے کہ وہ اس رسالہ کا جس کا ہم نے اوپر کی سطروں میں ذکر کیا ہے، مطالعہ کریں اور انصاف سے کام لیں اور سوچیں کہ وہ راہِ اعتدال سے کتنی دور چلے گئے ہیں۔ دنیا کے ہر حصے میں بڑے بڑے ممتاز علماء اسلام نے غیر معمولی سرعت سے بڑھنے والی آبادی کی وجہ سے جو معاشی اور معاشرتی مسائل حکومتوں کو درپیش ہیں، ان سے عہدہ برآ ہونے کے لئے آبادی کو ایک حد تک رکھنے کی خاطر ضبط ولادت کو شرعاً جائز بتایا ہے۔ آخر اس شرعی گنجائش سے کیوں نہ فائدہ اٹھایا جائے۔

© rasailojaraid.com